Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:12 (1979)

والد محترم علامہ پروفیسر عبدالعزیز میمن مرحوم و مغفور :

ایک عالم اور ایک انسان

پروفیسر محمد محمود میمن

ہمارے آباءو اجداد پٹردھڑی (کاٹھیاواڑ) کے رہنے والے تھے ۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جو راجکوٹ سے بذریعہ ریل جامنگر جاتے ہوئے شاید دوسرا اسٹیشن ہے ۔ جزیرہ نما کاٹھیاواڑ میں چھوٹی بڑی بہت سی ریاستیں تھیں ۔ جب یہ علاقہ انگریزوں نے اپنے قبضہ میں لیا تو اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے راجکوٹ جو ایک مرکزی مقام ہے وہاں اپنی فوجی چھاؤنی قائم کی۔ اس زمانہ میں میرے پر دادا حضور پٹردھڑی چھوڑ کر راجکوٹ صدر بازار میں آبسے ۔ حکومت وقت نے انھیں رہائشی کے لئے زمین فراہم کی جہاں انھوں نے اپنی اور اپنی اولاد کے لئے چند چھوٹے موٹے مکانات تعمیر کرائے ۔ میرے پر دادا حضور فوج اور شہریوں کو غلہ فراہم کرتے تھے ۔ قبلہ ابا حضور علامہ عبدالعزیز میمن بن حاجی عبدالکریم بن یعقوب بن عبداللہ ابانی ۱۸۸۸ء میں اپنے ننھال میں بمقام گونڈل پیدا ہوئے اس وقت دادا حضور کی عمر ۲۳ سال تھی ۔ دادی محترمہ کا نام مریم بائی تھا ان کو میں نے اپنی جوانی تک دیکھا ہے بقول ابا حضور وہ بہت مسکین طبعیت متوازن مزاج، نیک دل اور خدا پرست خاتون تھیں ۔ دادا حضور کا پیشہ چھوٹی موٹی زمینداری تھا وہ بہت جفا کش خدا پرست اور بااصول انسان تھے ۔ بقول ابا حضور دینی تعلیم نے ان کے ساتھ اکسیر کا کام کیا تھا ۔ وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ تندرست معلوم ہوتے تھے ۔ نماز ہمیشہ با جماعت پڑھتے تھے اور تہجد گزار تھے ۔ مرنے سے پچاس سال

قبل کے عرصہ میں کبھی بھی ان کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی ۔ جون ۱۹۰۹ء میں ۹۳ سال کی عمر پاکر راجکوٹ میں انھوں نے وفات پائی ۔ دادا حضور کی اولاد پانچ افراد پر مشتمل ہے جن کے نام بتدریج یہ ھیں : علامہ عبدالعزیز میمن .. عبدالرحمن ۔ احمد ۔ عبدالرحیم اور زینب معرفانی ۔ جن میں سے تین افراد احمد ۔ عبد الرحیم اور میری پھوپی زینب معرفانی بقید حیات ھیں ۔ ابا حضور کی شادی ۱۹۱۰ء میں اپنی پھوپی کی لڑکی زینب بائی سے ھوئی جو احمد نور محمد کی دختر تھیں والدہ محترمہ منکسر المزاج ۔ نیک طبعیت اور دیندار خاتون تھیں ۔

دادا حضور کی عمر جب ۱۹ سال کی تھی اور غالباً یہ ۱۸۸۴ء کا سال تھا اس وقت انھیں ایک عالم مولوی عبدالخالق سے بے حد عقیدت ہو گئی اور اکثر ان کی دینی مجالس میں بیٹھا کرتے تھے ۔ وہ مولوی عبدالخالق کی دینی تعلیمات سے اتنے متاثر ھوئے کہ جماعت اھل حدیث میں شامل ھو گئے اور ان سے یہ عہد کیا کہ شادی کے بعد جو پہلی اولاد نرینہ ھوگی اسے وہ عربی زبان اور دینی تعلیم کے لئے وقف کر دیں گے ۔ مولوی عبدالخالق اصل میں کشمیری تھے مگر شاید لکھنو میں پیدا ھوئے اور وھیں بڑے ھوئے ۔ مولوی عبدالخالق مولوی سلیمان جونا گڑھی کے شاگرد تھے اور مولوی سلیمان خود ایک جلیل القدر ۔ دیندار اور خدا پرست بزرگ مولانا سید نذیر حسین محدث دھلوی کے شاگرد تھے ۔ مولانا نذیر حسین محدث دھلوی کا انتقال غالباً ۱۹۰۳ء میں ھوا ابا حضور فرماتے تھے کہ وہ ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ھوئے تھے ۔

ابا حضور نے اپنی ابتدائی تعلیم دینی اور گجراتی راجکوٹ میں حاصل کی جب دس گیارہ سال کی عمر ھوئی تو دادا حضور نے انھیں اپنے بھائی یوسف کے پاس مزید تعلیم کے لئے جونا گڑھ بھیج دیا ۔ وھاں تین چار ماہ تک نہایت

مدرسہ میں اردو اور فارسی پڑھی - جب بارہ تیرہ سال کی عمر ہوئی یہ غالباً ۱۹۰۱ء کے اکتوبر کا مہینہ تھا کہ دادا حضور نے انھیں ایک نو مسلم طه عبدالخالق کے همراہ مزید تعلیم کے سلسلہ میں دهلی بھیج دیا اور انسے کہا کہ انھیں حافظ عبدالرزاق کے سپرد کر دیں جو اس وقت دهلی کی سبزی منڈی میں سکونت پذیر تھے - حافظ عبدالرزاق اکثر راجکوٹ آیا کرتے تھے اور دادا حضور انسے بخوبی واقف تھے - ابا حضور نے حدیث صدر بازار دهلی میں مولوی عبدالوهاب کے مدرسہ میں پڑھی - وهاں کا طریقہ تعلیم انھیں کچھ زیادہ پسند نہ آیا چنانچہ انھوں نے دوسرے اساتذہ سے رجوع کیا - وہ فرماتے تھے کہ جس استاد کی تعلیم سے انھوں نے عملاً زیادہ فائدہ اٹھایا انکا اسم گرامی مولوی عبدالرحمن پنجابی تھا جو غالباً ملتان کے قرب و جوار کے رهنے والے تھے اور دهلی میں حاجی علی جان کی مسجد میں جو گھنٹہ گھر کے قریب تھی درس دیا کرتے تھے - ابا حضور فرماتے تھے کہ انھوں نے جس محبت اور شفقت سے انھیں تعلیم دی اسکا احسان وہ زندگی بھر بھولینگے - انکے حالات کے ذیل میں امام خان نوشہروی نے جو ''تاریخ علمائے حدیث هند،، میں حالات لکھے هیں اسکا ایک فقرہ یہاں تحریر کرتا هوں - وہ لکھتے هیں کہ '' مولوی عبدالرحمن کے بے انتہا شاگرد هیں مگر سب سے بڑا شرف اور سب سے بڑی منقبت انکی یہ هے کہ علامہ عبدالعزیز میمن انکے خاص شاگرد هیں - اسپر وہ جتنا بھی فخر کریں کم هے،، - ابا حضور بڑے بڑے علماء سے فیضیاب هوئے مگر بہت هی قلیل مدت تک زیادہ تر انھوں نے مولوی عبدالرحمن هی سے استفادہ کیا -

ابا حضور کو مولوی ڈپٹی نذیر احمد صاحب کی شاگردی کا بھی شرف حاصل هے اور انسے انھوں نے عربی ادب پڑھا ڈپٹی نذیر احمد ایک بہت هی بلند پایہ اور ممتاز عالم تھے اور انکی فارسی اور اردو کی دنیا معترف هے - بقول ابا حضور

حدیث کے علماء میں جید ترین عالم مولانا بشیر سهسوانی تھے انسے انہوں نے ابو داؤد شریف پڑھی۔ بخاری اور مسلم مولوی عبدالرحمن سے اور ترمذی جہاں تک انہیں یاد تھا جلیل القدر عالم مولوی عبدالجبار عمر پوری سے پڑھی - ۱۹۰۸ء کے اواخر میں انہوں نے دهلی کو خیرآباد کہا اور امروهه تشریف لے گئے اور وهاں تقریباً ایک سال قیام کیا اور فقه کیلئے خصوصی تعلیم حاصل کی پھر سوچا که امروهه انکے عزم اور حوصله کے لئے نامناسب ھے اسلئے ۱۹۱۰ء میں رامپور چلے گئے اور رامپور هی کے قیام کے دوران ۱۹۱۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے - ۱۹۱۲ء میں فلسفه اور کچھ انگریزی پڑھنی شروع کی اور ۱۹۱۳ء کے جون کے مہینه میں لاهور آکر مولوی فاضل کا امتحان دیا اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے اور ''رکارڈ'' رکھا جو بقول انکے تقریباً چالیس سال تک قائم رها یہاں سے وہ پھر رامپور لوٹ گئے - اسی زمانه میں انہوں نے وکیل اخبار کے دفتر میں ملازمت کے لئے درخواست دی جہاں سے تہذیب الاخلاق نامی رساله نکلتا تھا - ملازمت تو ملی مگر بہت قلیل عرصه تک وهاں قیام کیا - رامپور سے وہ امرتسر تشریف لے گئے -

ملازمت کے سلسله میں ابا حضور مسٹر وؤلنر پرنسپل اورینٹل کالج لاهور سے ملے - ایڈورڈز کالج پشاور میں اسوقت عربی اور فارسی کے لیکچرار کی جگه خالی تھی - مسٹر وؤلنر نے ابا حضور کے متعلق ایڈورڈز کالج پشاور کے پرنسپل کو تار کے ذریعه آگاہ کیا اور ابا حضور کو هدایت کی که جلد پشاور پہنچ جائیں - چنانچه ۱۹۱۳ء کے آخر سے پشاور میں ملازمت کا آغاز کیا اور ۱۹۲۰ء تک وهاں ملازمت کی - یکم اپریل ۱۹۲۰ء کو ان کا یونیورسٹی اورینٹل کالج لاهور میں بطور عربی لکچرار تقرر هوا اور ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء تک لاهور میں قیام رها - ۱۴ نومبر

۱۹۲۰ء سے انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بطور ریڈر ملازمت شروع کی اور ایک عرب استاد کی جگہ پر انکا تقرر ہوا اسلئے کہ وہ ایک ہندوستانی ہوتے ہوئے بھی عربی میں عربوں سے زیادہ ممتاز تھے اور انکی زبان انسے بہتر بولتے تھے۔ مؤلف اور مصنف تھے اور علمی تحقیق بھی کرتے تھے اس تقرری کے سلسلہ میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے یونیورسٹی کو انکے متعلق ایک خط بھی لکھا تھا جو وھاں ابتک محفوظ ھے اُنکا عملی انتخاب نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خان شروانی نے کیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں کیا کروں میمن صاحب کی قابلیت کو کوئی عرب عالم نہیں پہنچتا۔ بعد میں ترقی پا کر انہیں پہلے ہندوستانی پروفیسر اور صدر شعبۂ عربی ہونےکا بھی اعزاز حاصل ہوا ۳۱ مارچ ۱۹۵۰ء میں علی گڑھ سے ریٹائر ہوئے اسوقت انکی عمر اکسٹھ سال تھی۔ چوبیس سال علی گڑھ میں ملازمت کی اور اسی عرصہ میں زیادہ تر علمی کام کیا اور اپنا ایک مقام پیدا کیا۔ یونیورسٹی نے انہیں ایک سال کی توسیع بھی دی۔ ہم دو بھائی اسوقت پاکستان میں تھے اسلئے ابا حضور اور والدہ محترمہ سب سے چھوٹے بھائی محمد عمر اور سب سے چھوٹی بہن صفیہ کو ساتھ لیکر ہم سے ملنے کے لئے پاکستان پہنچے۔ یہاں پر ڈاکٹر ممتاز حسن مرحوم اور پاکستان میں سفیر مصر ڈاکٹر عبدالوھاب عزام بے مرحوم سے انکی ملاقات ہوئی۔ یہ دونوں حضرات چاھتے تھے کہ ابا حضور کو یہیں روک لیں اور ہندوستان واپس جانے نہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ابا حضور کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا اور کچھ ھی دنوں بعد انہیں مطلع کیا کہ انہیں ۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء سے سینٹرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا پہلا ڈائرکٹر مقرر کیا گیا ھے اور انہی کو اسے قائم کرنا ہوگا۔ ابا حضور چونکہ اس وقت ہندوستانی شہری تھے اسلئے وہ اکتوبر ۱۹۵۴ء

ہی میں ہندوستان واپس لوٹ گئے اور وہاں انسٹی ٹیوٹ کے لئے نایاب عربی کتابیں اور اہم سواد جمع کرتے رہے۔ اسی دوران کراچی یونیورسٹی نے انہیں بہت مجبور کیا کہ وہ عربی کی پروفیسر شپ اور صدر شعبہ کا عہدہ قبول لیں چنانچہ انہوں نے ۱۹۵۵ء میں پاکستان آکر شعبۂ عربی کی بنیاد ڈالی اور اسکے پہلے صدر بھی بنے اور اسکے ساتھ ساتھ وہ سنٹرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ ان اداروں کے ساتھ وہ تقریباً سوا تین سال منسلک رہے اور اسکے بعد ملازمت کرنیکا ارادہ ترک کر دیا اور تقریباً پانچ سال خاموش زندگی گزاری۔ ۱۹۶۴ء میں ڈاکٹر حمید الدین خان سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے بہت اصرار کرکے انہیں لاہور بلایا اور پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج میں شعبۂ عربی کا صدر مقرر کیا۔ شاید ہی اس سے قبل کسی کو اتنی عزت سے بلا کر ملازمت دی گئی ہو۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۶۴ء سے لیکر جون ۱۹۶۶ء تک لاہور میں انکا قیام رہا اور اسکے بعد ہر قسم کی ملازمت سے حتمی طور پر سبکدوش ہوگئے۔ ریٹائر ہونیکے بعد مصر۔ سعودی عرب اور ایران کی یونیورسٹیوں نے انکی خدمات حاصل کرنیکی کوشش کی لیکن ضعیف العمری کے سبب انسے معذرت کر لی۔

ابا حضور حیرت انگیز اور قابل رشک یادداشت کے مالک تھے۔ لاکھوں اشعار انہیں زبانی یاد تھے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے دوستوں کی محفل میں اشعار پڑھتے پڑھتے تقریباً ساری رات گزاری اکثر حضرات انکے پاس تحقیق کے سلسلہ میں حاضر ہوتے تھے تو وہ انکو کتابوں نادر قلمی نسخوں اور دستاویزات کے مصنفین اور مؤلفین کے نام معہ ایڈیشن اور دنیا کی کن کن لائبریریوں میں وہ دستیاب ہیں بتلایا کرتے تھے۔ نادر قلمی مسودو ں کے

حوالہ جات پر انہیں غیر معمولی عبور حاصل تھا ۔ انکے مداح انہیں عربی کی چلتی پھرتی انسائکوپیڈیا کہتے تھے ابا حضور نے ۱۹۳۵ء میں اسلامی ممالک کا دورہ کیا تھا ۔ مصر ۔ فلسطین ۔ شام ۔ عراق ۔ اور ترکی تشریف لیگئے اور وہاں کے علماء سے ملاقاتیں کی اور لائبریریاں چھانیں نادر قلمی نسخوں کا مطالعہ کیا اور انسے خوب خوب استفادہ کیا ۔ وہ دمشق (شام) اور قاہرہ (مصر) کی عربک ایکڈمیز کے پرانے اور نمایاں ممبر تھے ۔ عربی ادب میں ابا حضور کا کیا مقام ہے اسکا مزید اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر عبدالوہاب عزام بے مرحوم جو پاکستان میں سب سے پہلے سفیر مصر رہ چکے ہیں اور بہت بڑے عالم دین بھی تھے ابا حضور کو ''استاذ المیمنی،، کہہ کر خطاب کرتے تھے اور انکو دیکھتے ہی تعظیماً کھڑے ہو جاتے تھے ۔ ایک مرتبہ مصر کے قومی دن کی تقریب میں علمی گفتگو ہونے لگی اور ابا حضور نے کسی بات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا جس پر ڈاکٹر حسن حبشی اور چند دیگر علماء جو اس وقت وہاں موجود تھے بے ساختہ پکار اٹھے کہ ''آپکا کا کوئی ثانی نہیں اور آپکے سامنے ہم سب طفل مکتب ہیں ،، ۔ وہ عربی زبان کے ایسے عالم تھے جنہیں اہل زبان خود سند مانتے تھے ۔

صدر ایوب خان کے دور حکومت میں ٥ مئی ۱۹۶۶ء کو انہیں انکی علمی خدمات کے اعتراف میں پرائڈ آف پرفارمنس (حسن کارکردگی) کا تمغہ دیا گیا ۔ جہاں تک انکے دوست و احباب کا تعلق ہے اسکی فہرست تو بہت لمبی ہے مگر جن حضرات کے اسمائے گرامی مجھے یاد رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں : مسٹر ٹرٹین ۔ ڈاکٹر کرنیکو ۔ ڈاکٹر اوٹو اسپیس ۔ مولوی ابوبکر شیث ۔ نواب حبیب الرحمن خان شروانی ۔ پروفیسر زبیر احمد صدیقی ۔ شمس العلماء مولوی عبدالرحمن ۔ ڈاکٹر

معظم حسین ۔ ڈاکٹر زاھد علی ۔ آصف فیضی ۔ ڈاکٹر ممتاز حسن ۔ ڈاکٹر عبدالوھاب عزام بے ۔ ڈاکٹر شمس العلماءؒ محمد عمر داؤد پوتہ ۔ جونا گڑھ کے قاضی احمد میاں اختر ۔ مولوی محمد ۔ پرنسپل ظھورالدین ۔ راجکوٹ کے انکے بچپن کے دوست عبدالرحیم معرفانی ۔ عمر ولی سیٹھ اور عبدالرحمن آدمانی ۔

ابا حضور منکسر المزاج ۔ سادگی پسند اور صوفی منش انسان تھے ۔ انکی گوشہ نشینی زمانہ کی عمومی آلودگیوں سے انکی لا تعلقی اور خاموشی قابل تقلید مثال کی حیثیت رکھتی ھے ۔ تدریسی محکمہ سے تعلق رکھتے ھوئے اور بہت ھی سادہ زندگی گزار کر انھوں نے اچھی خاصی رقم پس انداز کی جو وفات سے قبل جس زبان کے طفیل انھوں نے رزق حلال کمایا تھا اسکی ترویج اور تعلیم کے سلسلہ میں مختلف اداروں کو عطیات کے طور پر دیدی ۔ میرے علم میں یہ رقم تقریباً پانچ لاکھ روپے بنتی ھے جن اداروں کو انھوں نے عطیات دیئے ان کے یہ ھیں ۔ : ندوۃالعلما لکھنؤ (ھندوستان) پنجاب یونیورسٹی لاھور ۔ مدرسہٴ پنج پیر صوابی تحصیل ضلع مردان ۔ کچھ رقم انھوں نے جامعہ کراچی کو بھی دی جس سے ایم ۔ اے عربی میں ھر سال اول آنے والے امیدوار کو ایک طلائی تمغہ دیا جاتا ھے جو انکے نام سے موسوم ھے ۔ علی گڑھ میں چوبیس سالہ قیام انکا سنہری دور تھا ۔ اسی زمانہ میں انھوں نے زیادہ سے زیادہ تحقیقی کام بھی کیا ۔ تقریباً تیس کتابوں کے مصنف یا مؤلف تھے جو مصر سے شائع ھوئیں ۔ ابا حضور نے نوے سال اس دارفانی میں گزارے ۔ حالانکہ وہ اپنی طبعی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن پھر بھی وہ اس وقت تک علم و ادب خصوصاً عربی زبان کی خدمت کسی نہ کسی صورت میں کرتے رھے جب تک کہ قوائے جسمانی نے بالکل جواب نہ دیدیا ۔ وہ ۲۷ اکتوبر بروز جمعہ ۱۹۷۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور انھیں بعد نماز جمعہ پی ۔ ای ۔ سی ۔ ایچ سوسائٹی کراچی کے

قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ۔ گو وہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن انکا علمی اور ادبی کام اور دنیا بھر میں انکے بکھرے ہوئے شاگرد انکی خدمات کے تسلسل کو قائم رکھینگے اور عربی علم و ادب کی دنیا میں انہیں کبھی فراموش نہ ہونے دینگے ۔

★★★★